حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

مذہبی رواداری

اسلام نے دوسرے مذہب کے پیروؤں کے ساتھ رواداری کی بڑی فراخ دلی کے ساتھ تعلیم دی ہے۔ خاص طور پر جو غیر مسلم کسی مسلمان ریاست کے باشندے ہوں، ان کے جان و مال، عزت و آبرو اور حقوق کے تحفظ کو اسلامی ریاست کی ذمہ داری قرار دیا ہے۔ اس بات کی پوری رعایت رکھی گئی ہے کہ انھیں نہ صرف اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہو بلکہ انھیں روزگار، تعلیم اور حصولِ انصاف میں برابر کے مواقع حاصل ہوں، ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ رکھا جائے اور ان کی دل آزاری سے مکمل پرہیز کیا جائے۔ ہمارے فقہاءِ کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ ’’اگر کسی شخص نے کسی یہودی یا آتش پرست کو اے کافر! کہہ کر خطاب کیا، جس سے اس کی دل آزاری ہوئی تو ایسا خطاب کرنے والا گنہگار ہوگا‘‘ (فتاویٰ عالمگیریہ، ص:۵۹، ج:۵) قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ ’’اللہ تمھیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی، اور تمھیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، ان کے ساتھ تم کوئی نیکی کا یا انصاف کا معاملہ کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے‘‘ (ترجمہ سورہ ۶۰ آیت ۸) اسی بنیاد پر احادیث کا ذخیرہ اور اسلامی فقہ اور تاریخ کی کتابیں غیر مسلم شہریوں کے ساتھ نہ صرف رواداری بلکہ حسنِ سلوک اور برابر کے انسانی حقوق کی تاکید و ترغیب سے بھری ہوئی ہیں (میں نے اپنی کتاب ’’اسلام اور سیاسی نظریات‘‘ میں ان تعلیمات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے) لیکن رواداری حسن سلوک اور انصاف کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مذاہب کے درمیان فرق اور امتیاز ہی کو مٹا دیا جائے، اور مسلمان رواداری کے جوش میں غیر مسلموں کے عقیدہ و مذہب ہی کی تائید شروع کر دیں، یا اس عقیدہ پر مبنی مذہبی تقریبات میں شریک ہو کر یا ان کے مذہبی شعائر کو اپنا کر ان کے مذہب کے ساتھ یکجہتی کا مظاہرہ کریں، قرآن کریم نے اس سلسلے میں جو واضح طرزِ عمل بتایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ’’تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین‘‘ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو شائستگی کے دائرے میں اپنے مذہبی تہوار منانے کا پورا حق حاصل ہے، اور حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس میں نہ خود کوئی رکاوٹ ڈالے، نہ دوسروں کو ڈالنے دے لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ ان کی وہ مذہبی رسمیں جو ان کے عقیدے پر مبنی ہیں ان میں کوئی مسلمان انھی کے ایک فرد کی طرح حصہ لینا شروع کر دے پچھلے دنوں میں ہندوؤں کے دیوالی کے تہوار کے موقع پر ہمارے متعدد سیاسی رہنماؤں نے رواداری کے جوش میں دیوالی کی تقریبات میں باقاعدہ حصہ لیا بعض رہنماؤں نے ہندوؤں سے یکجہتی کے اظہار کے لیے تلک بھی لگایا اور اس کی وسیع پیمانے پر فخریہ انداز میں نشر و اشاعت بھی ہوئی۔ خود ہمارے وزیرِ اعظم بھی دیوالی کی تقریب میں نہ صرف شریک ہوئے بلکہ کیک بھی کاٹا۔ اور

اخباری اطلاع کے مطابق انھوں نے اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ انھیں ہولی کے موقع پر بھی بلایا جائے اور ان پر رنگ بھی پھینکا جائے، غالبًا ان کے ذہن میں یہ یکطرفہ پہلو رہا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ عدم برداشت کے جو مظاہرے ہو رہے ہیں ان کے مقابلے میں پاکستان کی رواداری کو نمایاں کیا جائے کہ پاکستانی حکومت کس طرح ہندوؤں کی خوشی میں برابر کی شریک ہے لیکن یہ پہلو ان کی نظر سے اوجھل ہو گیا کہ دیوالی کے ساتھ بہت سے عقائد اور تصورات وابستہ ہیں جن کی بنیاد دیویوں اور دیوتاؤں کے مشرکانہ عقیدوں پر ہے اور اس طرف بھی ان کی توجہ نہ گئی کہ دیوالی میں شریک ہو کر کیک کاٹنے کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کا پس منظر کیا ہے؟ دنیا کے عام رواج کے مطابق عموماً کیک کاٹنے کی رسم کسی کے یوم پیدائش کے موقع پر ادا کی جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ دیوالی کے موقع پر کس کا یوم پیدائش منایا جاتا ہے؟ بہت سے ہندوؤں کے عقیدے میں دولت اور خوشحالی کی دیوی (goddess) لکشمی بھی دیوالی کے پہلے دن پیدا ہوئی تھی اور صحت وشفاء کا دیوتا (god) دھن ونتری کا بھی یوم پیدائش یہی ہے (وکی پیڈیا)۔ چنانچہ دیوالی کے دنوں میں لکشمی کے بت کی پوجا دیوالی کی تقریب کا ایک اہم حصہ ہے۔ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے وہ کیک کاٹیں، یا دیئے جلائیں یہ ان کے مذہب کا تقاضا ہے لیکن جو مسلمان توحید کا عقیدہ رکھتا ہو، اور ''لااله الا الله'' پر ایمان اس کی شناخت کا لازمی حصہ ہو اس کے لیے اس عقیدے کے عملی مظاہرے کا حصہ بننا رواداری نہیں، مداہنت اور اپنے عقیدے کی کمزوری کا اظہار ہے۔ خاص طور پر ملک کے وزیر اعظم کا برسرِ عام قول وعمل صرف ان کی ذات کی حد تک محدود نہیں رہتا، بلکہ وہ پوری قوم کی طرف منسوب ہوتا ہے اس لیے اس میں تمام پہلوؤں کی رعایت اور مختلف جہتوں کے درمیان توازن قائم رکھنا ضروری ہے۔ وطن کے غیر مسلمون کے ساتھ رواداری، حسنِ سلوک اور ان کی باعزت اور آرام دہ زندگی کا خیال رکھنا یقیناً ضروری اور مستحسن ہے لیکن ہر چیز کی کچھ حدود ہوتی ہیں ان حدود سے آگے نکلنے ہی سے انتہا پسندی کی قلمرو شروع ہوتی ہے۔ غیر مسلموں یا ان کی عبادت گاہوں پر حملے کرنا یا ان کے اپنے مذہب پر عمل کرنے میں رکاوٹ ڈالنا یقیناً گناہ اور قابلِ مذمت ہے۔ لیکن کسی مسلمان کا ان کے عقیدوں پر مبنی مذہبی رسوم میں شریک ہونا بھی ناجائز اور قابلِ مذمت ہے۔ اعتدال کا راستہ افراط وتفریط کی انتہاؤں کے درمیان سے گزرتا ہے۔